مکتوبات پیغمبر

مولوی محمد باقر صاحب

(مدیر اصلاح)

مکتوبات کا آغاز

خداوند عالم نے اپنے نبی کو الٰہی آداب سے سنوارا تھا اور انہیں یہ تعلیم دی تھی کہ اپنے تمام کاموں کا آغاز اس کے مبارک نام سے کیا کریں۔ اللہ کے رسول نے ان الٰہی تعلیمات پر عمل کیا اور ان کے یہی اعمال و افعال تمام خلائق کے لئے سنت و سیرت قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیرو اپنے ہر کام و کلام کا آغاز اور ہر تقدیر و تحریر کی ابتداء بسم اللّٰہ سے کرتے ہیں۔

حضرت سرور کائنات آداب الٰہی کو پیش نظر رکھنے والے اور اس کے مقرر کردہ طریقہ کے پابند تھے آپ کے تمام کاموں کا آغاز خدا وند عالم کے مقدس اسماء سے ہوا کرتا تھا خطوط و مکاتیب میں بھی آپ کی یہی روش تھی۔ "بسمک اللہ. بسم اللہ. بسم اللہ الرحمٰن" لکھا کرتے اس کے متعلق آپ کی مشہور حدیث بھی ہے کہ "کل امر ذی بال لم یبدء فیه بسم اللہ فھو ابتر" ہر وہ اہم کام جس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ ناتمام ہے۔ [۱]

علامہ حلبی لکھتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت والے اپنے مکاتیب کے شروع میں "باسمک اللّٰھم" لکھتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر بھی شروع شروع بسمک اللّٰھم ہی لکھا کئے چار خطوں میں آپ نے باسمک اللّٰھم لکھا پھر جب یہ آیت نازل ہوئی "بسم اللہ مجریھا" [۲] تو آپ خط کے شروع میں بسم اللہ لکھنے لگے، پھر یہ آیت نازل ہوئی "ادعوا اللہ او ادعو الرحمٰن" [۳] اب آپ نے بسم اللہ الرحمٰن" لکھنا شروع کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی "انه من سلیمان و انه بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" [۴] اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ برابر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے لگے۔ [۵]

۱- مسائل فقہیہ، ص ۲۵ ۲- سورہ ھود، آیت ۴۱ ۳- سورہ اسراء، آیت ۱۱۰ ۴- سورہ طس، آیت ۳۰

۵- سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ۲۳

مختلف[1] معتبر و مستند کتابوں کے حوالے سے آیۂ مباہلہ کے ذیل میں بیہقی کی دلائل النبوۃ سے منقول ہے کہ سورہ طس (جس کی انه من سلیمان و انه بسم الله الرحمٰن الرحیم) کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت نے نجران والوں کو خط لکھا تو اس کے شروع میں لکھا "بسم اله ابراهیم" اور تاریخ یعقوبی[2] کا بیان ہے کہ آپ نے "بسم الله من محمد رسول الله" لکھا۔

یہ تحقیق ہے اکابر علمائے اسلام کی، لیکن اس تحقیق کے بنا پر یہ ماننا ضروری ہوجاتا ہے کہ بسم الله الرحمٰن الرحیم سورہ طس ہی میں نازل ہوا اس سے پہلے نہیں اور اگر پہلے نازل بھی ہوا تب بھی پیغمبر نے اسے اپنے مکاتیب کا سرنامہ نہیں بنایا جب تک قرآن میں یہ بات نہ آ گئی کہ جناب سلیمان نے اپنے مکتوب میں بسم الله الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ جناب سلیمان والی آیت نازل ہونے کے بعد پیغمبر نے جانا کہ بسم اللہ سے مکتوب کا آغاز ویسا ہی مستحسن ہے جس طرح ہر چھوٹے بڑے کام کا آغاز مستحسن ہے چنانچہ پیغمبر نے بھی اپنے مکاتیب میں اسے لکھنا شروع کیا۔

لیکن اس موقع پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

کیا رسالتمآب مبعوث برسالت ہونے کے دن ہی سے نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس نماز میں سورہ فاتحہ (جس کی پہلی ہی آیت بسم الله الرحمٰن الرحیم ہے جیسا کہ علمائے فریقین نے صراحت[3] کی ہے) نہیں پڑھتے تھے کیا یہ واقعہ نہیں کہ کس سورہ کا اختتام اور دوسرے سورہ کا آغاز بسم الله الرحمٰن الرحیم کے نزول سے جانا جاتا تھا۔[4] کیا امام جعفر صادق کا یہ قول انہوں نے نہیں سنا کہ آسمان سے جو بھی کتاب نازل ہوئی اس کی ابتدا بسم الله الرحمٰن الرحیم سے ہوتی تھی۔[5]

۱- درمنثور، ج ۲، ص ۳۸، بحار الانوار، ج ۲ ۲- تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۶۵

۳- علامہ ابن سعد نے طبقات، ج ۱، ص ۲۶۳ میں ملا علی متقی نے کنز العمال، ج ۵، ص ۲۴۴ میں مسعودی نے التنبیہ والاشراف ص ۲۶۵ میں ابن عبد ربہ نے عقد فرید، ج ۳، ص ۴ میں ابراہیم بن محمد شیبانی سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے محدث قمی رحمۃ اللہ علیہ نے سفینۃ البحار میں ذیل لفظ سماء کتاب المعتصر شرح المختصر سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ اسلام سے پہلے لوگ اپنے خطوط کا آغاز "باسمک اللھم" سے کرتے تھے جب جناب سلیمان والی آیت نازل ہوئی تو بسم الله الرحمٰن الرحیم لکھنے لگے۔

۴- امام مسلم نے صحیح مسلم، ج ۲، ص ۹ میں بیہقی نے سنن، ج ۲، ص ۴۰ و ۴۷ و ۴۳ و ۶۱ میں اور ہمارے بزرگ عاملی نے اپنی کتاب وسائل کے کتاب الصلوۃ میں یہ حدیثیں درج کی ہیں "اس کی نماز نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو ثبوت ہیں اس کا کہ سورۂ فاتحہ جزء نماز ہے۔ یہ احادیث کنز العمال، ج ۴، ص ۹۵ و ۹۶ اور مسند امام شافعی، ج ۱، ص ۷۸ و ۸۰ پر بھی مذکور ہے۔

۵- رہ گیا یہ امر کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے یا نہیں تو اہل بیت طاہرین کا مسلک یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے۔ ہ ر ے

حقیقت یہ ہے کہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کے شروع میں نازل ہوا رسالتمآب ہر دن اور ہر رات اور ہر نماز میں اسے پڑھا کرتے اس بنا پر یہ کہنا تو ممکن ہی نہیں کہ یہ صرف سورہ طس میں نازل ہوا اور اس سے پہلے نہیں۔ لہذا علامہ حلبی کا اپنی مذکورہ بالا عبارت کے بعد فوراً ہی یہ کہنا کہ ''یہ سیاق بتاتا ہے کہ سورۂ فاتحہ ان آیات کے بعد نازل ہوا کیونکہ بسم اللہ اس کے شروع میں نازل ہوا ہے۔'' صریحی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ بسم اللّٰہ ہر سورہ کے شروع میں نازل ہوا ہے اور رسالتمآب اپنی نماز میں سورہ طس کے نازل ہونے کے پہلے ہی سے بسم اللّٰہ پڑھا کرتے تھے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ بسم اللّٰہ نازل ہوا تو ہر سورہ میں لیکن رسول اللہ نے بسم اللّٰہ سے اپنے مکاتیب کا آغاز سورہ طس کے بعد ہی شروع کیا۔ جیسا کہ علامہ حلبی کی روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ پھر سورہ ہود کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر نے "باسمک اللّٰھم" کو بدل کر بسم اللّٰہ کیوں لکھنا شروع کیا، سورہ اسراء کے نازل ہونے کے بعد بسم اللّٰہ الرحمن کیوں لکھنے لگے۔

اس وقت تک تو سورہ طس نازل نہیں ہوئی تھی جیسا کہ مفسرین و محدثین کا بیان ہے پیغمبر نے بسمک اللّٰھم چھوڑ کر بسم اللّٰہ یا بسم اللّٰہ الرحمن اسی وجہ سے تو لکھنا شروع کیا تھا کہ آپ کو کلام مجید کی اتباع مقصود تھی تو جب بسم اللّٰہ سب سے پہلے نازل ہو چکا تھا تو آپ نے پہلے ہی سے بسم اللّٰہ کا استعمال کیوں نہیں شروع کیا سورہ طس کے نازل ہونے تک کیوں ملتوی رکھا علامہ حلبی و یعقوبی وغیرہ کے اس قول کی ہمیں کوئی مناسب وجہ نظر نہیں آتی اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں

۞ فقہاء نے اس بات میں ضرور اختلاف کیا ہے کہ بسم اللہ خود مستقل ایک آیت ہے۔ یا آیت کا جزو ہے لیکن اس میں کسی نے بھی تامل نہیں کیا کہ ہے بہرحال سورہ فاتحہ کا جزو، ہمارے ائمہ طاہرین نے نماز میں بسم اللہ نہ پڑھنے والے کو بہت ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔ ''ان لوگوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو چھپایا خدا کی قسم انہوں نے اللہ کے بہترین ناموں کو چھپایا۔''

کسی پوچھنے والے نے آپ سے پوچھا کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ سورہ فاتحہ کی سب سے افضل آیت ہے۔ (اصول کافی، تہذیب وسائل وغیرہ) غیر امامیہ کی رائیں اس کے متعلق مختلف ہیں بعض سورہ فاتحہ کا جزو قرار دیتے ہیں بعض نہیں ان کی کتب احادیث میں بے شمار حدیثیں ملتی ہیں جو اس کے جزو فاتحہ ہونے کی شاہد ہیں علامہ سید شرف الدین علی خالب شراہ نے اپنی کتاب مسائل فقہیہ ص ۱۹ سے ۲۷ تک میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام کے بیان کردہ احادیث مستدرک امام حاکم سے نقل کی ہیں اور بسم اللہ کے جزو فاتحہ ہونے پر بہت ہی تفصیلی بحث کی ہے سورہ فاتحہ سے بسم اللہ کو ساقط کرنے والے سب سے پہلے امیر معاویہ ہیں جب نماز تمام ہوئی تو ہر طرف سے مسلمانوں نے پکار کر کہا معاویہ تم نے نماز میں چوری کی ہے یا بھول گئے۔ مسند امام شافعی، ج ۱، ص ۵۰

بحار، ج ۱۹، ۵۹ مسائل فقہیہ ص ۸۱ وسنن بیہقی، ج ۲، ص ۴۲، ۴۳ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۰، مسائل بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۵۹

کہ ان کے قلم سے لغزش ہوگئی واقعہ یہی ہے کہ پیغمبر حسب آداب و تعلیمات الٰہی اپنے تمام افعال کی ابتداء بسم اللہ ہی سے کرتے تھے اور خطوط کا آغاز بھی اسی سے۔

پیغمبر کے جن خطوط میں بسم اللہ مذکور نہیں یا تو راویوں کی بے پروائی کا شکار ہوئے یا نقل کرنے والوں نے اختصار کی بناء پر ان خطوط میں بسملہ ذکر نہیں کیا۔

وہ چار خطوط جن میں پیغمبر نے "باسمک اللّھم" سے ابتداء کی اس کا علم ہمیں نہ ہوسکا حلبی نے اپنی سیرت کا حوالہ ضرور دیا ہے مگر ہم نے پوری سیرت چھان ڈالی وہ خطوط ہمیں نہیں ملے۔ اگر حلبی کا یہ کہنا صحیح مان بھی لیا جائے کہ پیغمبر نے شروع شروع چار خط "بسمک اللّھم" کی ابتداء سے لکھے تو اس صورت میں سوال ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ میں جب پیغمبر اور مشرکین کے نمائندہ سہیل بن عمرو کے درمیان عہد نامہ لکھا جارہا تھا اور پیغمبر نے اس عہدنامہ کی ابتداء بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم سے کی تھی تو سہیل نے یہ کیوں کہا کہ آپ اس طرح لکھئے جس طرح آپ کے آباد اجداد لکھتے آئے ہیں یہ کیوں نہ کہا کہ آپ خود جس طرح اب تک لکھتے رہے اس طرح لکھئے۔

بسملہ کے بعد پیغمبرؐ کیا لکھتے تھے

بسملہ کے بعد پیغمبر یہ فقرہ لکھا کرتے تھے۔ "من محمد رسول اللّٰہ الی فلاں یعنی محمد رسول اللّٰہ کی طرف سے فلاں شخص کے نام یا من محمد رسول لفلاں یعنی محمد رسول اللّٰہ کی طرف سے فلاں کے لئے یا ھذا کتاب من محمد النبی لفلاں یہ خط محمد نبی کی طرف سے ہے فلاں کے لئے یا ھذا ماکتبہ النبی محمد لفلاں یہ وہ خط ہے جو نبی خدا محمد نے فلاں کو لکھا۔

اس کے بعد لکھتے "سلم انت تم سلامت رہو کبھی لکھتے سلام علیک تم پر سلامتی ہو کبھی لکھتے سلام علی من امن باللّٰہ سلام ہو اس پر جو اللہ پر ایمان لائے کبھی یہ لکھتے ھذا ما اعطی محمد رسول اللّٰہ لفلاں یہ وہ خط ہے جو محمد رسول اللہ نے فلاں کو دیا۔ کبھی لکھتے۔ احمد اللّٰہ الیک احمد الیک اللّٰہ یعنی خداوند عالم کی حمد و ستائش تمہاری طرف ہدیہ بھیج رہا ہوں یہ ایک سلام و دعا کا اسلوب تھا۔ اس زمانہ کے لوگ اپنے مکاتیب کے شروع میں عموماً لکھا کرتے پیغمبر خدا کا دستور تھا کہ ہر خط میں (بسم اللّٰہ کے بعد) شان نبوت کی تعظیم اور منصب رسالت کے احترام کی بناء پر اپنے ہی نام سے خط کا آغاز کرتے کیونکہ جس طرح دوسروں پر پیغمبر کی عظمت و جلالت کا احترام واجب تھا خود

آنحضرت کے لئے بھی لازم تھا کہ اپنی شان کو بلند و بالا سمجھیں خود پسندی اور بڑائی جتانے کے لئے نہیں بلکہ منصب کی اہمیت اور وضع الشی فی محلہ کی حیثیت سے پیغمبر کے علاوہ دوسرے لوگ جب پیغمبر کو خط لکھتے تو پہلے پیغمبر کا نام لکھتے پھر اپنا نام اسی شان رسالت کی تعظیم کی بنا پر

خالد بن ولید نے آپ کو لکھا "لمحمد النبی من خالد بن الولید" ۔[۱]

مقوقس نے آپ کو لکھا "لمحمد بن عبد الله من المقوقس" ۔[۲]

قیصر نے آپ کو لکھا "الی احمد رسول اللّٰہ لبشر به عیسیٰ" ۔[۳]

نجاشی نے لکھا "الی محمد رسول الله من النجاشی" ۔[۴]

پیغمبرؐ خدا کے پہلے بھی اس کا رواج تھا اور بعد میں بھی یہی دستور رہا کہ خط جس کے نام لکھا جاتا وہ اگر کوئی بڑا آدمی ہوتا تو پہلے اس کا نام لکھا جاتا بعد میں اپنا مگر پیغمبر نے یہ روش چھوڑ کر خطوط کی ابتداء اپنے نام سے کی چنانچہ جب پیغمبر نے شہنشاہ ایران کے نام خط لکھا اور کسریٰ نے دیکھا کہ بجائے اس کے کہ خط کی ابتداء میرے نام سے ہوتی پیغمبر نے اپنے نام سے کی ہے غصہ سے بے قابو ہوگیا اور اس نے آپ کا خط چاک کر ڈالا! قیصر کے بھائی نے جب پیغمبر کا خط قیصر کے نام پڑھا اور دیکھا کہ پیغمبر نے پہلے اپنا نام لکھا ہے تو اس کے غیظ و غضب کی بھی انتہا نہ رہی اور چاہا کہ آپ کے نوشتے کو پھاڑ ڈالے مگر قیصر نے منع کیا اور کہا کہ تم یا تو چھوٹے درجہ کے احمق یا بڑے درجہ کے دیوانے ہو میں نے ابھی خط کو دیکھا بھی نہیں اور تم اسے پھاڑ ڈالنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم محمد اگر واقعی خدا کے رسول ہیں تو انہیں چاہئے بھی یہی کہ میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھیں۔

پیغمبر نے جو طریقہ اختیار کیا اسی طریقہ پر آپ کے بعد کے خلفاء بھی گامزن رہے۔

علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب امام حسن نے زیاد بن ابیہ کو خط لکھا اور خط میں اپنے نام سے ابتداء کی تو زیاد کو بہت ناگوار گذرا اور اس نے بہت دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے انتہائی گستاخانہ انداز میں آپ کو جواب دیا امام حسن نے وہ خط اٹھا کر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ معاویہ نے زیاد کو لکھا حسن نے اپنے نام سے خط میں ابتداء اپنی برتری کی بناء پر کی ہے اور اس سے تمہاری شان نہیں گھٹتی لیکن شرط یہ ہے کہ تم غور سے دیکھو۔[۵]

۱۔ طبری، ج ۲، ص ۳۸۵، جمہرۃ الرسائل، ج ۱، ۶۱ — ۲۔ سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۲۸۱ زینی و حاشیہ سیرۃ حلبیہ، ج ۳، ۷۱، جمہرۃ الرسائل، ج ۱، ص ۴۹

۳۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۶۲ — ۴۔ طبری، ج ۲، ص ۲۹۴، اعلام الوری، ص ۳۰، جمہرۃ الرسائل، ج ۱، ص ۳۷، سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۲۷۹، سیرۃ زینی و حلان، ج ۳، ص ۶۸ — ۵۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۳

خلفاء ثلاثہ اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے زمانہ میں حکام و اعلیٰ افسران جب بارگاہ خلافت میں خط لکھتے تو پہلے خلیفۂ وقت کا نام لکھتے جیسے خالد بن ولید نے خلیفۂ اول کو لکھا۔

لعبد الله ابی بکر خلیفة رسول الله من خالد بن الولید.۱

ابوعبیدہ بن الجراح نے لکھا "لعبد الله ابی بکر خلیفة رسول الله". ۲

نصر بن حجاج نے خلیفۂ دوّم کو لکھا "لعبد الله عمر امیر المومنین من نصر بن الحجاج ابن ابی الحدید". ۳

ابوعبیدہ نے لکھا "لعبد الله عمر امیر مومنین من ابی عبیدہ". ۴

ہاشم مرقال نے امیر المومنین کو لکھا: "لعبد الله امیر المومنین من هاشم ابن ابی الحدید".۵

محمد بن ابی بکر نے لکھا "ابی عبد الله امیر المومنین من محمد ابن ابی بکر ابن ابی الحدید".۶

عبد اللہ بن عباس نے لکھا "لعبد الله علی امیر المومنین من عبد الله بن عباس ابن ابی الحدید". ۷

اسی قسم کے اور بہت سے خطوط ہیں جو حکام و ولاۃ نے خلفائے وقت اور سلاطین زمانہ کو لکھے ہر خط کا اسلوب یہی ہے کہ پہلے مکتوب الیہ کا نام ہے، بعد میں اپنا۔

ان حقائق وشواہد کے ہوتے ہوئے عقد فرید۸ کی یہ عبارت کتنی حیرت انگیز ہے کہ "اسی مسلمان پیغمبر کے نام خطوط لکھتے اور خط کی ابتدا اپنے نام سے کرتے منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے مکتوب کا آغاز اپنے نام سے کیا ابوبکر علاد بن حضرمی ہیں اسی طرح اور دیگر صحابہ و تابعین میں یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ ولید بن عبد الملک تخت نشین خلافت ہوا اس نے فرمان جاری کیا۔ کہ خلیفہ وقت کو اس طرح خط نہ لکھا جائے جس طرح عام افراد ایک دوسرے کو لکھتے ہیں۔

سب سے زیادہ حیرت علامہ ابن عبدربہ پر ہے کہ وہ تاریخ پر پورا عبور رکھتے اور متعدد کتابوں کے مؤلف ہونے کے باوجود کیسے ایسی بات لکھ گئے جو حقائق کے بالکل برعکس ہے غالبًا ان کے پیش نظر

۱- جمہرۃ رسائل العرب، ج۱، ص ۱۵۴ ۲- جمہرۃ رسائل العرب ج۱، ص ۱۲۶، ۱۶۸، ۱۸۷۴، ۱۹۰ ۳- ج ۳، ص ۹۹
۴- جمہرۃ رسائل العرب، ج۱، ص ۱۹۰ ۵- ج ۳، ص ۲۹۱ ۶- ج ۲، ص ۳۰ ۷- ج ۲، ص ۳۵، کنز العمال، ج ۳، ص ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۶۷، جمہرۃ رسائل العرب ۸- (ج ۳، ص ۴) اور سنن کبریٰ بیہقی (ج۱، ص ۱۲۹، ۱۳۰)

بعض صحابہ و تابعین کے کچھ خطوط تھے جو ایسے اشخاص کے نام لکھے گئے جنہیں ابن عبدربہ بزرگ اور محترم سمجھتے تھے اور ان اشخاص کا نام ان کے خیال میں پہلے لکھنا ضروری و لازم تھا۔ لیکن لکھنے والوں نے مکتوب الیہ پر اپنی برتری جتانے کے لئے اپنا نام پہلے لکھا ابن عبدربہ نے اپنے ان قابل احترام اشخاص کی حمایت کرتے ہوئے لکھ دیا کہ صحابہ کرام بھی پیغمبر کو جب خط لکھتے تو پہلے اپنا نام لکھتے بعد میں پیغمبر کا ہم نے بہت تلاش و جستجو کی مگر ہمیں حضرت ابوبکر اور ابو العلاء کے وہ خطوط کسی کتاب میں نہ ملے جن میں انہوں نے اپنے نام سے ابتداء کی تھی۔ ایک اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ ملا علی متقی نے کنز العلما[1] میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ وہ ابتداء اپنے بڑوں کے نام سے کرتے تھے تم میں سے جو کوئی خط لکھے اسے چاہئے کہ اپنے نام سے ابتداء کرے۔ کنز العلما میں یہ بھی ہے کہ معاذ نے حضرت عمر کو خط لکھا تو پہلے اپنا نام لکھا۔

یہ سارے اقوال حقیقت و واقعہ کے بالکل برعکس ہیں ہم اوپر صراحت سے ذکر کر چکے ہیں کہ پیغمبر خدا خود جس کسی کو خط لکھتے تو اپنے نام سے ابتداء کرتے اور جب دوسرے افراد پیغمبر کو خط لکھتے تو وہ بھی پہلے آنحضرت ہی کا نام لکھتے اسی کنز العمال میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ ابوموسیٰ کے کاتب نے ابوموسیٰ کی جانب سے حضرت عمر کو خط لکھا اس خط میں ابوموسیٰ کا نام پہلے لکھا حضرت عمر کا بعد میں حضرت عمر نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ اپنے کاتب کو ایک کوڑا مارو اور اسے برخواست کردو۔

آپ کے خطوط کی بلاغت

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں عربی زبان بالکل صحیح اور غلطیوں سے پاک تھی، اس وقت کے عربوں کی زبان بھی عربی تھی، جملوں کی ترتیب اور فقروں کی تکمیل میں ان کا اسلوب بھی عربی تھا اور اپنی تحریر و تقریر بول چال، اشعار و خطوط سبھی چیزوں میں وہ خالص عرب ہوا کرتے اس لئے کہ ابھی تک غیر ملکیوں اہل فارس و روم و ترک و دیلم کے باشندوں سے ان کا میل جول نہ ہوا تھا نہ خود انہیں باہر آنے جانے کا موقع ملا تھا۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کے بعد جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور دھڑا دھڑ غیر ممالک اسلامی دائرۂ سلطنت میں آتے گئے لونڈیوں اور غلاموں کی کثرت ہوگئی۔ تو غیر ملکیوں کے میل جول کی وجہ سے ان کا مزاج بھی بدلا۔ زبان بھی بدلی اور تحریر و تقریر میں

۱۔ کنز العلما، ج۵، ص ۲۲۶، حدیث ۴۶۸۹ — ۲۔ کنز العلما، ج۵، ص ۲۴۳

بھی فرق آ گیا خلافت بنی امیہ و بنی عباس میں تو یہ فرق پوری طرح سے نمایاں ہوا عربوں کی خالص زبان میں بے شمار الفاظ فارس و روم کے آ گئے اسی طرح ان کی کتابت کا اسلوب بھی بدل گیا۔

زمانہ پیغمبر کے عرب، ایجاز و اختصار اور فضول باتوں سے پرہیز کرنے کو بلاغت بلکہ بلند ترین بلاغت سمجھتے تھے بلاضرورت طول دینا ان کے نزدیک بلاغت کے خلاف بلکہ عیب تھا ملاحظہ کیجئے۔قیس بن ساعدہ ایادی اور جناب ابوطالب کے خطبے اکثم بن صیفی وغیرہ کے کلمات پیغمبر کے خطبے، امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطبات اور مختصر مختصر فقرے آپ دیکھیں گے کہ الفاظ کم سے کم اور معانی کا دریا کروٹیں لے رہا ہے۔ یہی کیفیت ان حضرات کے خطبوں کی بھی تھی اور یہی ان کے خطوط کی بھی۔ خطوط میں ان کا اولین مطمح نظر یہ ہوا کرتا کہ بغیر کسی قافیہ بندی یا طول سے کام لئے مطلب واضح کر دیا جائے۔

پھر اس سادگی کو بھی پیش نظر رکھئے جو اس وقت عربوں کی خصوصیت تھی وہ اپنے خطوط کی ابتدا و انتہا میں کوئی خاص اہتمام ملحوظ نہیں رکھتے تھے ہم بطور نمونہ اکثم بن صیفی کا خط نقل کرتے ہیں جو انہوں نے پیغمبر خدا کو لکھا تھا۔ یہ اکثم زمانہ جاہلیت کے مشہور ارباب فصاحت میں سے تھے۔

"بسمک اللّٰھم من العبد الی العبد فابلغنا ما بلغک فقد اتانا عنک خبر لاندری ما اصلہ فان کنت اریت فارنا و ان کنت علمت فعلمنا و اشرکنا فی کترک و السلام۔"

خداوند عالم کے نام سے بندۂ خدا کی طرف سے بندہ خدا کی طرف آپ کو جو باتیں پہنچی ہیں ہمیں بھی بتایئے آپ کے متعلق ہمیں ایک خبر ملی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی اصل کیا ہے اگر آپ کچھ دکھائے گئے ہیں تو ہمیں بھی دکھایئے اور اگر آپ کو کچھ باتیں بتائی گئی ہیں تو ہمیں بھی بتایئے اور اپنے خزانہ میں ہمیں شریک بنا لیجئے[1] دیکھئے کتنی بے تکلفی سے انہوں نے اپنا مطلب واضح کیا ہے اور کیسی سادگی ہے۔

پیغمبر کے خطوط میں بلاغت کے متعدد پہلو ملتے ہیں۔

۱- ضرورت پر اکتفاء کی جائے اور اصول مطالب بیان کر دیئے جائیں جزئیات سے قطع نظر کی جائے۔

۲- صرف اتنے الفاظ استعمال کئے جائیں کہ مخاطب کے ذہن میں مفہوم آسانی سے آ جائے نہ

۱- کنز الفوائد، ص ۲۴۹

الفاظ کے استعمال میں کوئی تکلف برتا جائے اور نہ قافیہ بندی ہو۔

۳۔ ضرورت تفصیل کی اگر نہ ہو تو جہاں تک ہوسکے اختصار سے کام لیا جائے۔ دیکھئے کتنا بلیغ خط آپ نے ہمدان والوں کو لکھا تھا۔ اسلم تسلم اسلام قبول کیا تو دنیا و آخرت کی سلامتی نصیب ہوگی۔ اور تہدید بھی کہ بصورت عدم قبول اسلام تمہاری سلامتی ضمانت نہیں۔

ایک فقرہ آپ کا یہ بھی تھا کہ "و اعلم ان دینی سیظهر الی منتهی الخف و الحافر" اور یہ جان لو کہ عنقریب میرا دین سارے دین کو ڈھک لے گا۔

۴۔ اگر مکتوب الیہ، عرب کا رہنے والا ہے تو اس کے لئے پر شوکت الفاظ پرشکوہ عبارت اور بلیغانہ اسلوب کا استعمال اور اگر مکتوب الیہ غیر عرب ہو تو اس کے لئے سہل سے سہل الفاظ تاکہ عربی سے معمولی واقفیت کا آدمی بھی اسے پڑھ لے۔

۵۔ خط کا آغاز و اختتام دونوں سیدھے سادھے لفظوں میں ہوتا تھا کسی قسم کی عبارت آرائی نہ ہوتی بسملہ سے خط کی ابتدا کرتے جو مقصد ہوتا وہ لکھتے اور سلام پر ختم کردیتے یا یہ تحریر فرماتے "السلام علی من اتبع الهدی"

۶۔ اپنے لئے ضمیر ہمیشہ مفرد کی استعمال کرتے جیسے میں میرے لئے میرے پاس آیا میرے یہاں پہنچا اور مکتوب الیہ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے جو سامنے موجود شخص کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں غرض کہ پیغمبر کے خطوط تمام تکلفات و قیود سے خالی اور سادگی کا بہترین نمونہ ہوتے تھے اور بس اتنا ہی لکھتے جتنے سے مقصد کی وضاحت ہوجائے نہ خواہ مخواہ کا طول دیتے اور نہ اتنا اختصار کرتے کہ مطلب ہی واضح نہ ہو پیغمبر کے بعد یہ شان باقی نہ رہی ایرانیوں کا رنگ مسلمانوں پر غالب آگیا اور شاہان بنی امیہ و بنی عباس کے عہد میں عبارت آرائی اور بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال عام ہوگیا۔

نادر خطوط کی بلاغت

حضرت رسالتمآب نے جس وقت اعلان رسالت کیا اس وقت اہل عرب کی فصاحت و بلاغت اپنے عروج پر تھی شعر و سخن میں باہمی مقابلے ہوتے، خطابت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششیں ہوتیں پیغمبر خدا کی حیثیت ان ستاروں کے درمیان ماہتاب کی تھی آپ فصاحت کا سر، بلاغت کا معدن اور فصیحوں کے سردار اور بلاغت کے امام تھے۔

آپ سب سے زیادہ فصیح اللسان سب سے شیریں زبان تھے، الفاظ آپ کے بہت ہی درست، لب و لہجہ بہت ہی صاف اور طرز استدلال بہت کم ہوتا انداز خطاب سب سے بڑھ کر، آپ کی زبان سے جو فقرہ بھی نکلتا وہ تائید الٰہی اور عنایت ربانی کا مظہر ہوتا بنی نہد سے باتیں کرتے دیکھ کر حضرت علیؑ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم آپ ایک باپ کی اولاد پھر کیا بات ہے کہ عربوں کے وفود سے آپ کو ایسی باتیں کرتے دیکھتے ہیں جن میں سے اکثر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں" آپ نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھے ادب کی تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی اور میں نے بنی سعد میں تربیت پائی ہے۔[۱]

آنحضرت ہر قسم کے لوگوں کو ان کی زبان میں خطاب کرتے شہری شخص کو جب مخاطب کرتے تو بہت سہل اور شیریں زبان میں جسے معمولی استعداد کا شخص بھی آسانی سے سمجھ لے۔ جب کسی بدوی کو خطاب کرتے تو دشوار الفاظ استعمال میں لاتے علامہ زینی حلان سیرت محمدیہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔[۲]

رسالتمآب ہر قوم سے اس کی اپنی زبان میں گفتگو کرتے اور اسی کی زبان میں خط لکھتے۔ پیغمبر کی بلاغت کا یہ بھی ایک پہلو تھا کہ آپ ہر اجنبی زبان والے کے ساتھ اجنبی زبان میں گفتگو کرتے اور بلیغ زبان والوں کے ساتھ ان کی بلیغ زبان میں شہریوں سے ایسی زبان میں جو تیل سے زیادہ نرم اور بارش سے زیادہ صاف و شفاف ہوتی اور بدوی عربوں سے ایسی زبان میں جو تلوار سے زیادہ تیز اور چٹانوں سے زیادہ بلند ہوتی۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تمام خلائق کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے سرخ و زرد، سپید اور سیاہ و عربی اور عجمی ہر ایک کے لئے خداوند عالم نے اتمام حجۃ کی غرض سے پیغمبر کو ہر زبان کی تعلیم اور ہر قوم کے محاورات سے پوری آگاہی بخشی تھی ارشاد الٰہی ہے۔ "و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه"۔ [۳]

حضرت خاتم النبیین تمام بنی نوع انسان کے لئے نبی مقرر ہو کر آئے تھے۔ "و ما ارسلناک الا کافة للناس"۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے آپ کو تمام زبانیں تعلیم فرمائی تھیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جب جناب بلال پیغمبر خدا کی خدمت میں آئے تو انہوں نے حبشی زبان میں آپ سے گفتگو کی (اره بره كنكوة كوى كرى منذره) حاضرین میں سے کوئی سمجھ نہیں پایا پیغمبر خدا ہی نے بتایا کہ

۱- مقدمہ نہایہ ابن اثیر، زینی بر حاشیہ سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۹۶ و ۸۳ ۲- حاشیہ حلبیہ، ج ۳، ص ۸۳ ۳- سورہ ابراہیم، آیت ۴

بلال کا مطلب کیا ہے؟

صاحب مواہب لکھتے ہیں پیغمبر کی خصوصیات میں یہ بات شامل تھی کہ آپ ہر زبان کے لوگوں سے ان کی زبان میں گفتگو فرماتے۔ اہل عرب میں مختلف قبائل تھے ہر قبیلہ کی زبان اور محاورات اسالیب کلام اور ترکیب الفاظ علیحدہ تھی لہذا آنحضرت کا ہر قوم سے ان کے محاورات اور ترکیب الفاظ کے موافق کلام کرنا مخل فصاحت نہیں بلکہ فصاحت کی بلند ترین قسموں میں سے ہے۔ اگرچہ آپ کے بعض الفاظ ہمیں نامانوس اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی اجنبیت وغرابت ہمارے لحاظ سے ہے لیکن جن لوگوں کی زبان میں بات کہی گئی ان کے یہاں وہی فصیح ہے دیہاتی عربوں کی زبان خود ان کے لحاظ سے فصیح ہے وہ اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبان نہ بولتے اگر کوئی دوسرا ان کی زبان سنتا تو وہ ایسی ہی غیر زبان معلوم ہوتی جیسی عربوں کے نزدیک اہل عجم کی زبان۔ پیغمبر کا ہر قوم وقبیلہ کی زبان پر قادر ہونا ربانی قوت اور عطائے ربانی کے سبب تھا۔ کیونکہ آپ تمام خلائق کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ سیاہ وسرخ سب کے لئے اسی وجہ سے خداوند عالم نے آپ کو تمام زبانوں کی تعلیم دی ارشاد الٰہی ہے: "و اما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه" لہذا جب خداوند عالم نے آپ کو سب کے لئے مبعوث کیا تو سب زبانیں بھی تعلیم کیں کہ آپ ہر شخص کو اس کی زبان میں تعلیم دے سکیں یہ چیز آپ کے معجزات میں سے تھی آپ نے بعض حبش کے رہنے والوں سے زبان حبشی میں اور بعض اہل فارس سے ان کی زبان فارسی میں گفتگو فرمائی تھی۔[۱]

آپ کے کسی صحابی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس قدر فصیح ہیں؟ آپ سے زیادہ ہم نے کسی کو فصیح نہیں پایا۔ آنحضرت نے فرمایا میں کیوں نہ سب سے بڑھ کر فصیح رہوں جب کہ میری ہی زبان میں بہت فصیح و واضح عربی زبان ہے قرآن مجید نازل ہوا۔

دوسری روایت میں ہے کہ سب سے بڑھ کر فصیح ہونے میں میرے لئے کیا مانع ہے جب کہ میں تمام عربوں کے درمیان فصیح تر ہوں اور قرآن میری ہی زبان میں نازل ہوا ہے۔[۲]

علامہ ابن عساکر علامہ زینی، حلان اور حافظ ابونعیم ناقل ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ سے کہا یا رسول اللہ آپ ہم لوگوں سے کتنا زیادہ فصیح ہیں حالانکہ آپ نے ہم لوگوں میں پرورش نہیں پائی۔

۱- زینی دحلان بر حاشیہ سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۸۸ شفا و شرح شفا قاضی عیاض، ج ۱، ص ۱۷۵ تا ۱۹۹

۲- بحار الانوار، ج ۶، ص ۲۳۰، شرح شفائے قاضی عیاض، ج ۱، ص ۱۹۵

آنحضرت نے فرمایا۔ جناب اسمٰعیل کی زبان مٹ چکی تھی۔ جبرئیل اسے میرے پاس لے کر آئے اور میں نے اسے حفظ کرلیا۔

جی ہاں! سطور بالا میں ہم نے عرض کیا ہے کہ پیغمبر خدا چونکہ تمام بنی آدم یعنی کالے، گورے اور عربی وعجمی ہر ایک کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے آپ عرب اور غیر عرب سب کی زبانوں سے واقف تھے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ ''و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه" مورخین و محدثین نے بھی صراحت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے ہر شخص سے اس کی زبان میں گفتگو فرمائی لیکن آپ نے شاہان عجم جیسے قیصر وکسریٰ ونجاشی وغیرہ کو جب بھی خطوط لکھے تو عربی زبان ہی میں لکھے حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر ایک کو اس کی زبان میں خطوط لکھتے اس صورت میں پیغمبر کی معجزانہ شان بھی ظاہر ہوتی اور یہ بات باہمی الفت ومودت کی افزائش کا باعث بھی قرار پاتی لیکن پیغمبر کے ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ملت اسلامیہ کی شان وشوکت کی حفاظت پیغمبر کے مدنظر تھی اور ان کے مستقل قوم اور عظیم المرتبت ہونے کا اظہار پیش نظر تھا دیکھئے آج بھی ترقی یافتہ قومیں اپنی زبان کو دنیا میں پھیلانے اور ترویج دینے کے لئے کتنی کوشاں ہیں چاہتی ہیں کہ ہماری زبان عالی زبان بن جائے پیغمبر خدا کی نظر اسلام اور اس کی ہمہ گیر صلاحیتوں پر تھی آپ جانتے تھے کہ ایک دن سارے عالم پر اسلامی پرچم لہرا کر رہے گا لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن کی زبان بھی ہمہ گیر بن جائے تمام عالم میں اس کی اشاعت ہو جس طرح آپ سارے بنی آدم کے لئے نبی مبعوث ہوئے تھے اسی طرح قرآن مجید دنیا کی تمام اقوام وملل کے لئے دستور حیات تھا لہٰذا قرآن کی عظمت، اس کی ہمہ گیر دعوت، پیغمبر خدا کا ہر فرد بشر کے لئے نبی ہونا، مقتضی تھا کہ آپ جس کو بھی خط لکھیں اسے عربی ہی میں لکھیں۔

پیغمبر خدا لکھتے تھے یا نہیں

حضرت سرور کائنات لکھواتے تھے اور کاتب لکھتے تھے خود آنحضرت اپنے ہاتھوں سے نہیں لکھتے تھے جیسا کہ آپ کے بعد خلفائے اسلام کاتبوں کو لکھواتے اور خود بہت ضرورت کے وقت لکھتے تھے۔ کتب تاریخ وسیرت سے ہمیں کسی ایسے موقع کا پتہ نہیں چلتا کہ پیغمبر خدا نے اپنے دست مبارک سے خطوط لکھے ہوں صرف غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صحیح بخاری وغیرہ میں یہ روایت ملتی ہے کہ جب صلحنامہ

آپ کے اور سہیل بن عمرو کے مابین لکھا جارہا تھا اور حضرت علی نے "من محمد رسول اللّٰہ" لکھ دیا تھا۔ اور سہیل نے اعتراض کیا تھا تو آپ نے حضرت علی سے وہ نوشتہ لے کر رسول اللہ کا لفظ کاٹ دیا تھا اور محمد بن عبد اللہ کی لفظ لکھ دیا تھا۔ علامہ مجلسی نے بحار میں جامع الاصول سے جو صحاح ستہ کا خلاصہ ہے براء بن عازب کی یہ حدیث لکھی ہے کہ:

رسول اللہ نے وہ کاغذ لے لیا اور آپ کو اچھی طرح لکھنا نہیں آتا تھا آپ نے اس نوشتہ میں لکھا، یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ نے کیا۔

امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔[1]

پیغمبر خدا لکھنا جانتے تھے یا نہیں اس کے متعلق جمہور مسلمین کا مسلک یہ ہے کہ پیغمبر لکھنے سے نابلد تھے اس کے ثبوت میں کلام مجید کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ "و ماکنت تتلوا من قبلہ من کتاب و لاتخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون" اے پیغمبر اس سے پہلے نہ آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل شک و شبہ میں پڑ جاتے۔

لیکن یہ دلیل صحیح نہیں اس لئے کہ آیت صرف یہ بتاتی ہے کہ نزول قرآن اور اپنے مشن میں کامیاب ہونے کے پہلے آپ لکھتے پڑھتے نہ تھے لیکن نزول قرآن کے بعد بھی آپ کی یہی کیفیت رہی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔

دوسری آیتیں یہ پیش کی جاتی ہیں "الذین یتبعون النبی الامی" وہ لوگ جو امی پیغمبر کی اتباع و پیروی کرتے ہیں: "آمنوا باللّٰہ و رسولہ النبی الامی" ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے امی رسول پر۔

لیکن یہ دونوں آیتیں بھی پیغمبر کے قرائت و کتابت سے نابلد ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ امی کے معنوں میں شدید اختلاف ہے اتنے معنی امی کے علماء نے لکھے ہیں۔

۱۔ جو نہ لکھ سکتا ہو نہ پڑھ سکتا ہو۔

۲۔ امی کا مطلب ہے ام القری یعنی مکہ کا رہنے والا۔

۳۔ امی سے مراد عرب والے ہیں اس لئے کہ وہ اچھی طرح کتابت کرنا نہیں جانتے تھے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: "بعث فی الامیین رسولا منھم"

۴۔ امیین سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں کوئی نبی معبوث نہیں ہوا یہ لفظ اہل کتاب کے مقابلہ کی

۱۔ مسند، ج ۴، ص ۲۹۸

ہے اور نبی امی سے مراد وہ نبی ہے جو ایسی امت میں مبعوث ہوا جس میں پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔ اسی طرح اور بھی بہت سے معانی ہیں، لہٰذا جب لفظ امی کے اتنے معانی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ امی سے مراد ان پڑھ لیا جائے دوسرے معانی نہ لئے جائیں جن کے قرائن بھی زیادہ ہیں۔

اس بارے میں اہل بیت علیہم السلام سے کئی حدیثیں مروی ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ پیغمبرؐ سے متعلق دوسروں کے بہ نسبت زیادہ واقف وخبیر تھے۔

۱- صدوق نے علل میں بسلسلہ نادر روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد صوفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا فرزند رسول پیغمبر کو امی کیوں کہا گیا آپ نے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں جعفر نے عرض کی لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے امام نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں بھلا یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے درانحالیکہ ارشاد خداوند عالم ہے **هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم يتلوا عليهم أياته و يزكيهم و يعلمهم الكتاب و الحكمة**" تو جب پیغمبر انپڑھ تھے تو انہیں تعلیم کیونکر دیتے تھے خدا کی قسم رسول اللہ ۷۲ یا ۷۳ زبانیں پڑھنا اور لکھنا جانتے تھے امی آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ مکہ کے رہنے والے تھے اور مکہ امہات القری سے ہے ارشاد الٰہی ہے۔

لتنذر ام القرى و من حولها.

اسی مضمون کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی مروی اور بحار الانوار، علل الشرائع، اختصاص اور بصائر الدرجات میں منقول ہے۔

۲- امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر خدا پڑھنا جانتے تھے لکھنا نہیں۔

۳- امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ منجملہ ان احسانات کے جو خداوند عالم نے پیغمبر خدا پر فرمائے یہ بھی ہے کہ آپ پڑھے تھے مگر لکھتے نہ تھے جب ابوسفیان فوج کشی کے ارادہ سے احد کی طرف بڑھا تو جناب عباس نے خط لکھ کر پیغمبر خدا کو اس کی اطلاع دی جس وقت قاصد خط لے کر آیا اس وقت پیغمبر مدینہ کے کسی باغ میں تھے آپ نے وہ خط پڑھا لیکن اصحاب کو نہیں بتایا ان سے کہا کہ تم لوگ شہر میں چلو جب وہ لوگ شہر میں آگئے تب پیغمبر نے انہیں آگاہ کیا اہل سنت کے یہاں مروی ہے کہ:

''پیغمبر خدا نے اس وقت تک انتقال نہیں کیا جب تک لکھنے پڑھنے نہ لگے شعبی سے اس روایت کا

۱- تفسیر در منثور، ج ۳، ص ۱۳۱، شعبی والا جملہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے

ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا درست ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو بھی ایسا ہی بیان کرتے سنا ہے'' ۔[۱]

یہ روایتیں بتاتی ہیں کہ پیغمبر خدا پڑھنا ضرور جانتے تھے جو کچھ اختلاف ہے وہ اس میں کہ کتابت بھی جانتے تھے یا نہیں۔ تمام روایتوں کو جمع کرنے کی صورت میں یہی ہے کہ نزول قرآن کے بعد پیغمبر لکھنا بھی جانتے تھے اور پڑھنا بھی مگر آپ نے کبھی لکھا نہیں اور غزوہ حدیبیہ کے متعلق جو روایت مذکور ہے کہ پیغمبر نے معاہدہ صلح اپنے ہاتھ سے لکھا تو یہ ان روایتوں کے معارض ہے جسے تقریبا تمام مورخین نے نقل کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ پیغمبر نے نہیں لکھا۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں'' بھلا کیونکر ممکن ہے کہ وہ شخص جو علوم اولین و آخرین کا عالم ہو وہ یہ نہ جانتا ہو کہ یہ نقوش ان حروف کے لئے وضع کئے گئے ہیں'' الف'' ایسے لکھا جاتا ہے اور'' ب'' ایسے جو خداوند عالم کی عنایتوں کی بدولت اس پر قادر ہو کہ قمر کو شق کردے بلکہ اس سے بھی بڑی چیز وہ حروف لکھنے پر قادر نہیں ہوسکتا کاغذ اور تختی پر فقرے تحریر نہیں کرسکتا۔

لیکن علامہ مجلسی کے اس جملہ پر ہمیں تأمل ہے یہ ٹھیک ہے کہ خداوند عالم اگر چاہتا ہے تو جس طرح شق قمر پر اس نے پیغمبر کو قدرت دی کتابت عنایت کرتا لیکن سوال یہ ہے کہ خدا نے یہ چاہا بھی یا نہیں ہوسکتا ہے کہ خداوند عالم پیغمبر کے لئے کتابت پسند نہ کرتا ہو جس طرح شان اعجاز پیدا کرنے اور اتمام حجت کے خاطر اس نے پیغمبر کے لئے شعر کہنا پسند نہ کیا بات یہ ہے کہ اہل بیت طاہرین سے جو روایتیں اس باب میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی روایت یہ نہیں بتاتی کہ پیغمبر نے خود اپنے دست مبارک سے کچھ لکھا ہو۔"و اھل البیت او ری بما فی البیت" اہل بیت سے بڑھ کر حال پیغمبر کو کون زیادہ جان سکتا ہے۔

کاتبان خطوط

خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب رسالت پر مبعوث فرمایا اور قرآن مجید ان پر نازل کیا تو پیغمبر کو ضرورت ہوئی ایسے کاتب کی جو وحی بھی لکھتا جائے اور دیگر خطوط وغیرہ بھی جب تک آپ مکہ میں مقیم رہے یہ ضرورت، وحی کی کتابت تک محدود رہتی، وہاں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھوں یہ خدمت انجام پاتی رہی ممکن ہے بعض دوسرے مسلمان بھی اس خدمت میں شریک رہے ہوں جنہیں کتابت سے واقفیت تھی دس برس اسی طرح گذرے جب پیغمبر

ہجرت کرکے مدینہ آ گئے مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ گئی اور آس پاس کے قبائل سے تعلقات و روابط بڑھنے لگے تو ضرورت ہوئی کہ کئی کئی اشخاص لکھنے پڑھنے کی غرض سے معین کئے جائیں یہی وجہ ہوئی کہ کاتبوں کی کافی تعداد ہوگئی اور ہر شعبہ کے لئے ایک کاتب مقرر ہوا اور ہر کاتب کے لئے ایک مددگار ہم مورخین کی کتابوں سے ان کی مختصر فہرست ذیل میں درج کرتے ہیں۔

علی ابن ابی طالب علیہ السلام

زیادہ تر وحی آپ ہی لکھا کرتے تھے وحی کے علاوہ دیگر خطوط وغیرہ بھی آپ لکھتے، جب پیغمبر کسی سے معاہدہ کرتے تو عہد نامہ اور جب کسی سے صلح کرتے تو معاہدہ صلح علی لکھا کرتے آپ پیغمبر کے مبعوث برسالت ہوتے ہی اسلام لائے تھے۔ اور آپ نے کبھی بتوں کے آگے سرنہیں جھکایا۔

ابی ابن کعب انصاری خزرجی

یہ بھی وحی لکھا کرتے۔ سیرت حلبیہ مناقب اسد الغابہ اصابہ واقدی سے روایت ہے کہ پیغمبر کے مدینہ آنے کے بعد سے سب سے پہلے جس نے وحی کی کتابت کی وہ یہی ہیں (سیرت حلبیہ) تاریخ یعقوبی و تاریخ کامل میں بھی انہیں کاتبوں میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عمران کی بڑی تعریفیں کیا کرتے اور مشکل مسئلے پوچھتے یہ استیعاب ج-۱ میں ہے کہ ابی ابن کعب ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے زید بن ثابت سے پہلے کتابت وحی کی خدمات انجام دیں زید بن ثابت کے ساتھ بھی کتابت کرتے تھے۔

زید بن ثابت انصاری خزرجی

یہ بھی کاتب وحی تھے۔ (اسد الغابہ مناقب شہر بن آشوب) اصابہ میں ہے کہ یہ وحی لکھتے تھے اور دیگر خطوط وغیرہ بھی مناقب میں ہے کہ یہ وحی ابی ابن کعب کے ساتھ اور بادشاہوں کے نام خطوط عبد اللہ بن ارقم کے ساتھ لکھا کرتے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جب ابی بن کعب موجود نہ ہوتے تو زید بن ثابت لکھتے محدثین کا بیان ہے کہ پیغمبر کے پاس سریانی زبان میں خطوط آیا کرتے پیغمبر نے زید کو حکم دیا اور انہوں نے یہ زبان سیکھی کتاب التنبیہ والاشراف میں ہے کہ یہ بادشاہوں کو خطوط لکھا کرتے۔

یعقوبی وحلبی نے انہیں کاتبوں میں شمار کیا ہے۔ پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے غزوہ خندق

تھا کیونکہ اس سے پہلے کے غزوات میں وہ کمسن تھے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جب پیغمبر مدینہ تشریف لائے تو زید کی عمر ۱۱رسال کی تھی اور یہ عثمانی تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ صفین وجمل وغیرہ میں شریک نہ ہوئے اور خلیفۂ اول کے دور خلافت میں انہوں نے قرآن کی کتابت کی۔

عبد اللہ بن ارقم

یہ بھی آنحضرت کے کاتب تھے منقول روایت کے مطابق عبداللہ بادشاہوں کے نام خط اور قبالے لکھا کرتے تھے۔

کتاب التنبیہ والاشراف میں ہے کہ یہ لوگوں کے معاملات ان کی دستاویزیں وغیرہ لکھتے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ پیغمبر نے جب ان سے کتابت کا کام لینا شروع کیا تو ان پر پورا بھروسہ کرنے لگے ان پر یہاں تک اطمینان ہوگیا کہ جب یہ آنحضرت کی طرف سے کسی بادشاہ کو خط لکھتے تو پیغمبر حکم دیتے کہ مہر لگا کر خط بند کردو پڑھوا کر سنتے بھی نہیں تھے اصابہ میں بھی عبد اللہ بن زبیر سے اسی مضمون کی روایت منقول ہے۔

یہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے خلیفۂ سوم کے دور خلافت میں بیت المال کے سرپرست یہی تھے بعد میں اختلافات پیدا ہوئے جس پر انہوں نے استعفا دے دیا خلیفہ نے انہیں ۳۰ ہزار درہم دینے چاہے انہوں نے قبول نہ کیا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے۔

علاء بن عقبہ

یہ بھی کاتب تھے (مناقب) یہ قبالے لکھا کرتے کتاب التنبیہ والاشراف اور اصابہ میں ہے کہ قرض کی دستاویزیں اور تمام عقود و معاملات لکھا کرتے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ پیغمبر نے ان سے بھی بعض اوقات کتابت کی خدمت لی ہے۔

زبیر بن عوام اور جہم بن الصلت

یہ دونوں زکوٰۃ کا حساب لکھا کرتے (کتاب التنبیہ والاشراف مناقب) زبیر بارہ یا ۲۱ر برس کے سن میں اسلام لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے علامہ ابن حجر اور ابن اثیر نے انہیں کاتبوں میں ذکر نہیں کیا اور نہ ان لوگوں میں ان کا نام لکھا ہے جو

کتابت سے واقف تھے۔ ابن اثیر نے ابی کے حالات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ کہ یہ بھی کبھی کبھی لکھا کرتے جہم فتح خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔

خذیفہ بن یمان

یہ کھجور کی زکوٰۃ کا حساب لکھا کرتے مناقب و کتاب التنبیہ والاشراف کے مطابق یہ پیغمبر کے رازدار صحابی تھے پیغمبر نے انہیں منافقین کے نام بتائے تھے۔ امیر المومنین کے خاص محبین میں سے تھے۔

معیقیب بن ابی فاطمہ

یہ مال غنیمت کا حساب لکھتے کتاب التنبیہ و الاشراف اسد الغابہ میں بسلسلۂ حالات ابی مذکور ہے کہ معیقیب بھی منجملہ ان لوگوں کے ہیں جن سے پیغمبر نے کتابت کا کام لیا...... اسد الغابہ میں ہے کہ یہ ابتدائی مرحلہ میں اسلام لائے انہوں نے دو ہجرتیں کیں، پہلے حبشہ کی طرف، پھر مدینہ کی طرف۔

خالد بن سعید

ضرورت کے وقت پیغمبر ان سے بھی کتابت کا کام لیتے اسی طرح مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر سے بھی کتاب التنبیہ و الاشراف یہ خالد سابقین مسلمین میں سے تھے تیسرا یا چوتھا نمبر اسلام لانے والوں میں ان کا ہے پیغمبر خدا نے انہیں صدقات یمن کی وصولی پر عامل مقرر کیا تھا۔ پیغمبر کی رحلت تک اسی منصب پر سرفراز رہے۔

حنظلہ بن ربیع

مذکورہ بالا افراد کی عدم موجودگی میں کتابت کی خدمت یہ انجام دیتے تھے۔ کتاب التنبیہ والاشراف، تاریخ یعقوبی اور تاریخ کامل میں کاتبان رسول کے زمرہ میں ان کا بھی نام مذکور ہے۔

ان مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ بعض دوسرے افراد بھی ہیں جن سے ایک یا دو مرتبہ کتابت کی خدمت لی گئی۔ مورخین و محدثین نے ان کے نام بھی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں بعض نے تو ۴۲ر افراد تک گنتی پہنچا دی ہے۔ ہم ان لوگوں کے نام ذکر کرتے ہیں جنہیں مورخین نے کاتبوں میں شمار کیا ہے۔

۱-**عبد اللہ بن سعد ابی سرح قرشی عامری:** علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ اور تاریخ کامل میں ابن حجر نے اصابہ میں ابن عبد البر نے استیعاب میں اور دیگر مورخین و محدثین نے بھی اسے کاتبان رسول

میں ذکر کیا ہے فتح مکہ کے پہلے مسلمان ہوا پھر مرتد ہوکر مکہ چلا گیا جب مکہ فتح ہوا تو پیغمبر نے حکم دیا کہ عبد اللہ بن سعد ابن ابی سرح جہاں ملے قتل کر ڈالا جائے چاہے خانہ کعبہ کے پردوں کے نیچے ہی کیوں نہ ہو۔ عبد اللہ نے بھاگ کر حضرت عثمان کی پناہ لی کیونکہ یہ ان کا رضاعی بھائی تھا حضرت عثمان نے اسے چھپا دیا۔ جب امن و امان قائم ہوگیا اور اطمینانی فضا ہوگئی تو اسے لے کر پیغمبر کی خدمت میں آئے اور رسول اللہ سے اس کی جان بخشی کی درخواست کی رسول اللہ بہت دیر تک خاموش رہے پھر آپ نے کہا اچھا جاؤ معاف کیا جب حضرت عثمان واپس چلے گئے تو آنحضرت نے اپنے ارد گرد کے صحابہ سے کہا میں اتنی دیر جو خاموش رہا وہ اسی لئے کہ تم میں سے کوئی بڑھ کر اسے قتل کر ڈالتا۔ پھر یہ عبد اللہ دوبارہ مسلمان ہوا اور اس وقت تک ٹھیک رہا جب تک حضرت عثمان خلیفہ نہ ہوئے اور انہوں نے اسے مصر کا حاکم نہ مقرر کیا۔ مصر کا حاکم مقرر ہونے پر اچھی طرح کھیل کھیلا۔

۲ - **ابوبکر بن ابی قحافہ:** تاریخ کامل اور سیرت حلبیہ میں ان کا بھی کاتب رسول ہونا مذکور ہے۔

۳ - **عمر بن خطاب:** تاریخ کامل اور سیرۃ حلبیہ میں ان کا کاتب رسول ہونا مذکور ہے۔

۴ - **عثمان بن عفان:** تاریخ کامل سیرت حلبیہ تاریخ یعقوبی اسد الغابہ مناقب میں مذکور ہے کہ یہ بھی کاتب رسول تھے۔

۵ - **عامر بن فہیرہ:** حضرت ابوبکر کے غلام یہ سیاہ رنگ اور حضرت عائشہ کے مادری بھائی طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے رسول اللہ کے دار ارقم میں آنے کے پہلے غلامی کی حالت میں مسلمان ہو چکے تھے انہیں اپنے اسلام کی وجہ سے جانکاہ مصائب بھی اٹھانے پڑے حضرت ابوبکر نے انہیں خرید کر آزاد کیا یہ جنگ بدر و احد دونوں میں شریک تھے جنگ بئر معونہ میں شہید ہوئے ۴ھ میں (اصابہ اسد الغابہ) علامہ حلبی نے انہیں بھی کاتبان رسول میں ذکر کیا ہے۔

۶ - **ثابت بن قیس بن شماس:** انصار کے خطیب بھی تھے اور رسول اللہ کے بھی۔

۷ - **معاویہ بن ابی سفیان:** حلبی و یعقوبی نے انہیں بھی کاتبان رسول میں ذکر کیا ہے۔

علامہ حلبی لکھتے ہیں:

معاویہ اور زید بن ثابت پیغمبر کی خدمت میں ہمہ وقت کتابت وحی وغیرہ کے لئے موجود رہتے ان دونوں کا اس کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا۔

کامل اور اسد الغابہ میں ہے کہ معاویہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے پیغمبر کے یہاں

کتابت کی خدمت انجام دی۔

کتاب اصابہ میں مدائنی سے منقول ہے کہ زید بن ثابت وحی لکھا کرتے اور معاویہ رسول اللہ کی طرف سے قبائل عرب کو خطوط لکھتے تھے۔

۸- **مغیرہ بن شعبہ:** حلبی و یعقوبی نے انہیں بھی کاتبان رسول میں ذکر کیا ہے غزوہ حدیبیہ کے لئے مسلمان ہوئے اور غزوہ حدیبیہ میں موجود بھی تھے۔

۹- **خالد بن ولید:** حلبی نے انہیں بھی کاتبان رسول میں ذکر کیا ہے اسد الغابہ میں انہیں ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جنہوں نے کتابت کی خدمت انجام دی۔ تاریخ کامل میں ہے کہ یہ ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ ان کے اسلام میں اختلاف ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر کے پہلے مسلمان ہوئے بعض کا کہنا ہے کہ یہ ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ اصابہ میں ہے کہ یہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور پیغمبر نے بنی ہمدان اور نبی حارث کی طرف انہیں بھیجا۔ بعض لڑائیوں میں انہیں سپہ سالار مقرر کیا۔ ان لڑائیوں میں ان سے جو ناروا باتیں ظہور میں آئیں ان سے پیغمبر کی بیزاری تقریباً سبھی مورخین نے ذکر کی ہے۔

۱۰- **علاء بن حضرمی:** حلبی نے سیرت حلبیہ میں ابن اثیر نے تاریخ کامل میں انہیں بھی کاتبوں میں شمار کیا ہے۔ مناقب میں مذکور ہے کہ ایک دو مرتبہ کتابت کی خدمت انہوں نے بھی انجام دی۔

۱۱- عمرو بن عاص: یعقوبی و حلبی نے کاتبان رسول میں شمار کیا ہے۔ اسد الغابہ میں ان کا شمار ان لوگوں میں کیا گیا ہے جنہوں نے ایک دو مرتبہ یہ خدمت انجام دی۔ یہ خالد کے ساتھ ۸ھ میں مسلمان ہوئے اور اسی سال پیغمبر نے انہیں جیفر شاہ عمان کے پاس بھیجا پیغمبر کے انتقال تک یہ واپس نہ ہوئے۔

۱۲- **عبد اللہ بن رواحہ:** حلبی نے انہیں کاتبان رسول میں شمار کیا ہے۔ اسد الغابہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں ان کا ذکر ہے جنہوں نے ایک دو مرتبہ یہ خدمت انجام دی۔

۱۳- **محمد بن مسلمہ:** حلبی نے انہیں کاتبان رسول میں شمار کیا ہے اسد الغابہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں ان کا ذکر ہے جنہوں نے ایک دو مرتبہ یہ خدمت انجام دی۔

۱۴- **شرجیل بن حسنہ:** یعقوبی نے انہیں کاتبان رسول میں شمار کیا ہے اور مناقب اور اسد الغابہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں ان کا ذکر ہے جنہوں نے ایک دو مرتبہ یہ خدمت انجام دی۔ یہ بہت پہلے

مسلمان ہوئے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور فتح خیبر کے سال مدینہ واپس ہوئے۔

۱۵- **معاذ بن جبل:** یعقوبی نے انہیں کاتبان رسول میں شمار کیا ہے۔

۱۶- **عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سلول:** حلبی نے انہیں کاتبوں میں شمار کیا ہے اصابہ و استیعاب میں ہے کہ دو مرتبہ انہوں نے بھی یہ خدمت انجام دی۔

۱۷- **ابان بن سعید:** کامل میں انہیں کاتبوں میں شمار کیا گیا ہے یہ پیغمبر کی طرف سے بحرین کے عامل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت تک اسی منصب پر فائز رہے جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو یہ اور ان کے بھائی وہاں سے واپس آئے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں اپنا استعفاء پیش کر دیا حضرت ابوبکر نے منظور نہ کیا اور کہا تم لوگ رسول کے مقرر کردہ عامل ہو۔ ان لوگوں نے کہا رسول اللہ کے بعد ہم کسی کی طرف سے گورنری کی خدمت انجام نہیں دیں گے۔ ان لوگوں کے علاوہ اور بھی کچھ افراد نے کتابت کی خدمت انجام دی مورخین نے خصوصیت کے ساتھ ان کا کوئی ذکر نہیں کیا بعض کے نام ہم آگے چل کر خطوط کے ذیل میں ذکر کریں گے۔

حضرت رسالتمآب کے انتقال کے بعد صحابۂ کرام بڑی عزت کی نظروں سے دیکھے گئے جنہیں تھوڑے دن بھی آپ کی صحبت کے نصیب ہوئے تھے وہ بڑی عظمت و احترام کے مالک سمجھے گئے اور جو لوگ پیغمبر کی زندگی میں کسی خدمت پر مامور تھے جیسے زکوٰۃ کی وصولی، لشکر کی افسری، کسی شہر کی حکومت، کسی قوم و قبیلہ کا قاضی ہونا یا اور دوسرے مشاغل و مناصب ان کی عظمت و جلالت کا پوچھنا ہی کیا؟ مسلمان انہیں بڑی تقدیس کی نظروں سے دیکھتے ان کی صحابیت کو ان کے تقدس و پاکیزہ نفسی کا ثبوت اور ان کی عصمت کی دلیل سمجھتے ان صحابہ کے افعال جیسے بھی رہے ہوں اس سے مسلمانوں کو بحث نہ ہوتی۔

قیامت اس وقت ہوئی جس وقت دنیا کے بھوکے اور جاہ و منصب کے حریص افراد نے پیغمبر کی صحبت کو عوام کے بہکانے اور نادان مسلمانوں کو دونوں ہاتھ سے لوٹنے کا ذریعہ بنالیا۔ انہوں نے صرف پیغمبر کی صحابیت ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ پیغمبر کی زندگی میں خدمات جلیلہ کی انجام دہی اور بڑے بڑے عہد و مناصب پر فائز رہنے کے مدعی ہوئے جو شخص پیغمبر کی صحبت میں ایک سال یا ایک مہینہ رہا یا جس نے صرف ایک مرتبہ پیغمبر کو دیکھا یا صرف ایک مرتبہ آپ سے کوئی حدیث سنی وہ صحابیت کے مرتبہ کا مالک بن بیٹھا اور جس نے پیغمبر کی طرف سے صرف ایک یا دو خط لکھے وہ اپنے کو کاتبان پیغمبر

میں شمار کرنے لگا بلکہ کاتب وحی ہونے کا مدعی ہوا اتنا ہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ یہاں تک دعویٰ کیا جانے لگا کہ ہم ہر وقت پیغمبر کی خدمت میں کتابت کے لئے حاضر رہتے ہمارا کوئی کام ہی نہ تھا سوا اس کے۔

ہم چند افراد کا بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں باقی کا انہیں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱- عمرو بن عاص ۸ ھ میں مسلمان ہوئے، پیغمبر نے انہیں اسی سال جیفر شاہ عمان کے پاس بھیج دیا پیغمبر کی زندگی تک یہ وہیں رہے آنحضرت کے انتقال کے بعد ان کی وہاں سے واپسی ہوئی پھر یہ کہاں سے کاتب بن گئے ان کو موقع ہی کہاں ملا کہ یہ خدمت انجام دیتے۔[۱]

۲- خالد بن ولید ۸ یا ۷ ھ میں پیغمبر کے رحلت سے تین برس پہلے مسلمان ہوئے، پیغمبر نے اسی وقت سے انہیں باہر بھیجنا شروع کردیا۔ بنی حرث بن کعب کی طرف گئے ہمدان واکیدر کی طرف گئے بنی جذیمہ اور عمرو بن معد یکرب کے مقابلہ کو گئے۔ انہیں کہاں سے کتابت کی فرصت اور موقع نصیب ہوا کہ کاتبان پیغمبر میں شمار کئے جائیں۔[۲]

۳- حضرت ابوبکر و عمر کو بھی لوگوں نے کاتبان پیغمبر میں شمار کیا ہے حالانکہ کسی کتاب میں بھی ان کا لکھا ہوا ایک خط بھی موجود نہیں جرجی زید ان مسیحی مورخ کا کہنا تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر لکھنا جانتے ہی نہ تھے، چنانچہ شروع زمانہ اسلام میں مکہ کے جو مسلمان کتابت سے واقف تھے ان کی فہرست سے حضرت ابوبکر کا نام غائب ہے۔

۴- حضرت عثمان کو بھی کاتبان رسول میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ تاریخ کامل اسد الغابہ میں بسلسلہ حالات ابی ابن کعب ان کا ذکر ان لوگوں میں کیا گیا ہے جنہوں نے کبھی کبھار یہ خدمت انجام دی۔[۳]

۵- مغیرہ بن شعبہ کو بھی کاتبان رسول میں شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ جنگ خندق کے سال مسلمان ہوئے اور شاید ہی ایک دو مرتبہ کتابت کی خدمت ان سے لی گئی ہو۔[۴]

۶- سب سے بڑھ کر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کو بھی لوگوں نے کاتبان رسول میں شمار کیا ہے بلکہ ان لوگوں میں گنا ہے جو ہر وقت پیغمبر کی خدمت میں کتابت کے لئے حاضر و موجود رہتے علامہ حلبی سیرت میں لکھتے ہیں: ''بعض لوگوں کا بیان ہے کہ معاویہ اور زید بن ثابت

۱- دیکھئے تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۸۷ اسد الغابہ سیرت زینی وحلان بر حاشیہ سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۵۷ طبقات کبری، ج ۱، ص ۲۶۲ اصابہ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۱۲

۲- اصابہ، ج ۱، ص ۴۱۳ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۸۷ اسد الغابہ، ج ۲، ص ۹۳ علامہ ابن اثیر نے ان لوگوں کا رد بھی کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ خالد غزوہ حدیبیہ کے قبل مسلمان ہوئے تھے پھر ان کے اعمال قبیحہ و افعال شنیعہ بھی ذکر کئے ہیں۔

۳- تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۱۹

۴- اسد الغابہ، ج ۴، ص ۴۰۶ اصابہ، ج ۴، ص ۴۵۲

۵- سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۶۴

ان لوگوں میں سے تھے جو پیغمبر کی خدمت میں کتابت کا کام کرنے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے وہ وحی بھی لکھتے اور دیگر خطوط وفرامین وغیرہ بھی ان دونوں کا سوا لکھنے کے اور کوئی کام ہی نہ تھا''۔

حالانکہ یہ معاویہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے یہ اور ان کے باپ ابوسفیان مولفۃ القلوب میں سے تھے انہوں نے اگر کتابت کی خدمت انجام بھی دی تو صرف چند مہینے، اور یہ صرف کچھ خطوط لکھا کرتے تھے ایک دن ٹال مٹول کی اور کھانا کھانے کا بہانہ کیا پیغمبر خدا نے فرمایا خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔[۱] لوگوں نے ان کو بھی کاتبان رسول میں قرار دیا بلکہ ڈھنڈورے پیٹے گئے کہ یہ کاتبان وحی میں سے تھے اور ہر وقت پیغمبر کی خدمت میں کتابت کے لئے موجود رہتے۔

واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال ابوسفیان کی منت سماجت اور عباس عم پیغمبر کی سفارش پر پیغمبر خدا نے معاویہ سے کچھ خطوط وغیرہ لکھنے کا کام لیا اور انہوں نے شاید ہی دو چار مہینے خطوط لکھے ہوں۔ لیکن جب امیر المومنین کی شہادت کے بعد مملکت اسلامیہ کے بلاشرکت غیرے مالک بن بیٹھے تو ان کے وظیفہ خواروں اور خریدے ہوئے لوگوں نے انہیں آسمان پر چڑھا دیا اور کاتبان وحی قرار دینے لگے اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ اور تمام کاتبان رسول پردے میں چلے گئے ان کا کوئی نام بھی نہ لیتا لے دے کے بس ایک معاویہ تھے جن کا چرچا ہر زبان پر تھا یہی کاتب خطوط وفرامین تھے یہی کاتب وحی تھے اور یہی ہر وقت پیغمبر کی خدمت میں کتابت کی خدمت انجام دینے کے لئے موجود رہتے کہ نہ معلوم پیغمبر کو کس وقت کیا لکھوانے کی ضرورت پیش آجائے علامہ ابن اثیر نے تو کمال یہ کیا ہے کہ حضرت علی کو صرف معاہدے اور صلحنامے لکھنے والا قرار دیا ہے آپ کے کاتب وحی ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ مکہ میں دس برس تک وحی لکھا کئے اس وقت نہ تو ابی ابن کعب تھے، نہ محمد بن مسلمہ تھے، نہ زید بن ثابت، نہ معاویہ، نہ عمرو عاص، نہ مغیرہ، نہ عبد اللہ بن ارقم، نہ ثابت بن قیس نہ ان جیسے دوسرے لوگ۔

علامہ ابن عبد ربہ عقد فرید میں بسلسلہ فن کتابت تحریر کرتے ہیں:

''اس فن کے ماہرین میں سے علی ابن ابی طالبؑ ہیں آپ کو جو فضل وشرف اور رسول اللہ سے قرابت حاصل تھی وہ ظاہر ہے آپ وحی کی کتابت کرتے، پھر اس کتابت کے بعد آپ تک خلافت بھی پہنچی عثمان بن عفان بھی وحی لکھتے جب علی اور عثمان نہ ہوتے تو ابی بن کعب اور زید بن

۱۔ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶ نصائح کافیہ علامہ ابن عقیل وغیرہ

ثابت لکھتے اگر ان میں سے بھی کوئی نہ ہوتا تو کوئی اور لکھتا''۔[1]

علامہ بن عبد ربہ نے صراحت کردی کہ کاتب وحی صرف دو شخص تھے علی ابن ابی طالب اور عثمان بن عفان جب یہ دونوں موجود نہ ہوتے تب ابی بن کعب وغیرہ یہ خدمت انجام دیتے اسی سے آپ دوسرے اشخاص کے متعلق اندازہ لگاسکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ کی طرف نت نئی جھوٹی باتیں کثرت سے منسوب کی جانے لگیں جیسا کہ خود پیغمبر پیشین گوئی بھی فرما گئے تھے ستکثر علی القالة میرے متعلق باتیں بنانے والے عنقریب کثرت سے ہوجائیں گے۔ یا ستکثر علی الکذابة مجھ پر جھوٹ باندھنے والے عنقریب بہت سے ہوجائیں گے۔[2]

ہوا بھی ایسا ہی کہ پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی کذب وافتراء کی بہتات ہوگئی۔ ہر شخص اپنے بارے میں اپنے اپنے قبیلہ کے بارے میں اپنے حکام کے بارے میں فضیلت و بزرگی کا مدعی ہوا۔ کسی نے اپنے متعلق دعویٰ کیا کہ پیغمبر نے مجھے مال خراج جمع کرنے پر مقرر کیا تھا کسی نے کاتب رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور اسی قسم کے بہت سے دعوے۔ کچھ لوگوں نے تو اپنے بزرگوں کی طرف ایسی ایسی فضیلتیں بھی منسوب کیں جن کا خود ان بزرگوں نے کبھی دعویٰ بھی نہ کیا بلکہ شاید ان کے ذہن میں خطور نہ ہوا ہوگا۔ جیسے حضرت ابوبکر وعمر کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ یہ بھی کاتبان رسول میں سے تھے۔ حالانکہ ان دونوں حضرات نے اپنی زندگی بھر اس کا دعویٰ نہیں کیا یہ تو ان کی محبت میں حد سے زیادہ گذرے ہوئے لوگوں کا طبع زاد ہے۔

حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اور بعض دوسرے افراد جیسے مغیرہ بن شعبہ، زید بن ثابت، خالد بن ولید اور انہیں جیسے دوسرے لوگوں کے کاتبان رسول ہونے کو سب سے زیادہ جو چیز مشکوک بناتی ہے وہ یہ ہے کہ امیر المومنین کی شہادت اور معاویہ کے تسلط و اقتدار قائم ہوجانے پر مسلمانوں نے خلفائے ثلاثہ کی افضلیت کے اعتقاد کو دین و ایمان کا اصل اصول بنالیا تا کہ حضرت علی اور ان کی اولاد جو حقیقی وارثان نبوت و امامت تھے پس پردہ ہوجائیں۔ اور عوام کی نظریں ان پر نہ پڑیں معاویہ ہی کے زمانہ سے اس عقیدے کی ابتدا ہوئی کہ خلفائے ثلاثہ حضرت علی سے افضل تھے۔ اور رفتہ رفتہ یہ عقیدہ بنیادی عقیدہ بن گیا۔ روایتیں گڑھنے والوں نے اس عقیدہ کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے خلفائے ثلاثہ کے

۱۔ عقد فرید، ج ۳، ص ۵ ۲۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۹۰ ۲۳، مستدرک، ج ۱، ۱۰۳ مقدمہ صحیح مسلم وغیرہ

فضائل و مناقب میں خوب خوب حدیثیں ایک سے بڑھ کر ایک امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے حضرت علی اور معاویہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ سمجھ لو کہ علیؑ کے دشمن بہت زیادہ تھے ان بے شمار دشمنوں نے بہت سر مارا کہ علیؑ کا کوئی عیب مل جائے مگر ان کی ذات بالکل بے داغ نظر آئی چار و ناچار وہ ایک ایسے شخص کی طرف جھک پڑے جو علیؑ سے برسر پیکار رہا تھا۔ ان لوگوں نے از راہ مکر و فریب اس شخص کی مدح و ثنا میں مبالغہ کی انتہا کردی۔

شاہان وقت کے نام

ذی قعدہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ سے فارغ ہوکر رسول خدا شاداں و فرحاں مدینہ واپس آ گئے کیونکہ یہ صلح درحقیقت پیغمبر کی شاندار کامیابی اور بہت بڑا معرکہ تھی اسی صلح کے بعد لوگ جوق جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے مسلمانوں کی کیفیت یہ تھی کہ کچھ دور رس نظریں رکھنے والے تو پیغمبر کی طرح ہشاش و بشاش تھے کچھ غضبناک و اندوہگین لیکن اپنا غم و غصہ چھپائے ہوئے انہیں ہمت نہ تھی کہ پیغمبر کی مخالفت کرسکیں چاہے پیغمبر کے رعب و جلال سے مرعوب ہوکر یا از راہ طمع یا اپنی بے بسی کے احساس کی بناء پر پیغمبر نے اندازہ کیا کہ یہی وہ وقت رسالت کی ہمہ گیر تبلیغ اور عرب و عجم، کالے گورے اقوام کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے مناسب وقت ہے، تاکہ حجت تمام اور خلائق پر خدا کی رحمت مکمل ہو۔

اسی وقت آپ نے شاہان عرب و عجم روساء قبائل، عیسائی پادریوں، مجوسی پیشواؤں اور گورنران و حکام وغیرہ کے نام خطوط لکھے جن میں انہیں خدا کی وحدانیت اور اسلام کی طرف دعوت دی تھی آپ نے روم و فارس و حبشہ اور قبطہ کے بادشاہوں سے ابتدا کی اور ایک دن میں چھ خطوط لکھ کر چھ قاصدوں کے ہمراہ روانہ کئے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

''پیغمبر نے شاہان وقت کے نام خطوط لکھے جن میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تھی ایک دن میں چھ شخص ان خطوط کو لے کر روانہ ہوئے یہ واقعہ ماہ محرم ۷ ہجری کا ہے ان میں سے ہر شخص اس ملک کی زبان سے واقف تھا جہاں اسے بھیجا گیا تھا''۔[1]

۱۔ طبقات سعد، ج ۱، ص ۸۵۲

خطوط کی تاریخ

اس امر میں مورخین کے درمیان شدید اختلاف ہے کہ وہ قاصد ۶ ہجری میں روانہ ہوئے یا ۷ ہجری میں یا یہ واقعہ صلح حدیبیہ اور آپ کے انتقال کے درمیانی عرصہ کا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۶ ہجری کا ہے اور مسعودی نے بھی اس بیان کی تائید کی ہے۔[۱]

بعض روایات[۲] میں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ۷ ہجری کا ہے طبری نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے غزوہ حدیبیہ کے بعد اور اپنے انتقال سے پہلے کی درمیانی مدت میں کچھ اصحاب کو مختلف سمت دعوت اسلام کے لئے روانہ کیا۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ ابن ہشام نے سنہ کی تعیین نہیں کی۔[۳]

ابن حجر نے اصابہ میں بسلسلہ حالات دحیہ بن خلیفہ لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۶ ہجری کے آخر یا ۷ ہجری کے شروع کا ہے۔

غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ رسالت مآب نے صلح حدیبیہ کے بعد شاہان وقت اور رؤسا قبائل وغیرہ کو لکھنا شروع کیا اور یہ سلسلہ آپ کی رحلت تک جاری رہا خطوط بھیجنے کی ابتدا صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد ہی ہوئی۔ ۶ ہجری کے آخر یا ۷ ہجری کے شروع میں چونکہ ۶ھ کے آخر اور ۷ھ کے شروع میں زیادہ فاصلہ نہیں اس لئے مورخین صحیح طور پر تعیین نہ کر سکے۔

قاصدوں کو نصیحت

بہر حال ۶ ہجری کے آخر میں روانگی خطوط ہوئی ہو یا ۷ھ کے شروع میں پیغمبر خدا نے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا کہ کل تم اکٹھا ہو کر علی الصباح میرے پاس آؤ دوسرے دن نماز صبح سے فارغ ہو کر پیغمبر مصلی پر بیٹھے ہوئے مختصر تسبیحات اور دعاؤں میں مشغول رہے پھر اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے چند افراد کو اپنا قاصد بنا کر بادشاہوں اور قبائل کے سرداروں کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا:

''بندگان خدا کے بارے میں خدا کا خیال رکھنا کیونکہ جس شخص کے سپرد لوگوں کے کچھ امور ہوں اور وہ شخص ان لوگوں کی خیرخواہی نہ کرے تو خداوند عالم اس پر جنت حرام قرار دے گا جاؤ اور ایسا نہ

۱- تاریخ کامل، ج ۲، ص ۸۰؛ مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۹۶

۲- کتاب التنبیہ و الاشراف ص ۲۵۵؛ ابوالفدا، ج ۱، ص ۱۴۸ طبقات ابن سعد

۳- سیرۃ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۷۸

کرنا جیسا حضرت عیسیٰ کے قاصدوں نے کیا تھا۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ حضرت عیسیٰ کے قاصدوں نے کیا تھا آنحضرت نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ نے اپنے قاصدوں کو اسی امر کی دعوت دی تھی۔ جس امر کے لئے میں نے تم لوگوں کو دعوت دی ہے تو جن لوگوں کو حضرت عیسیٰ نے نزدیک و پاس روانہ کیا تھا وہ تو راضی رہے اور انہوں نے حکم کو تسلیم کیا اور جن لوگوں کو دور دراز بھیجا گیا تھا انہیں شاق گذرا اور انہوں نے سستی کی۔ حضرت عیسیٰ نے اس کی شکایت بارگاہ احدیت میں کی دوسرے دن سستی کرنے والوں بلکہ تمام قاصدوں کی یہ کیفیت ہوگئی کہ وہ اس قوم کی زبان بولنے لگے۔ جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے"۔[۱]

طبقات ابن سعد وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا کے قاصدوں کی بھی کیفیت ویسی ہی ہوگئی ان میں کا ہر شخص اس قوم کی زبان بولنے پر قادر ہوگیا جس قوم کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔

مہر کا استعمال

جب پیغمبر نے خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے عرض کیا حضور یہ بادشاہ اور رؤساء قبائل اس وقت تک کوئی خط پڑھتے ہی نہیں جب تک اس پر مہر نہ ہو اسی دن پیغمبر نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں تین سطروں میں محمد رسول اللہ نقش تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ تینوں سطریں نیچے سے اوپر کی طرف پڑھی جاتی تھیں سب سے نیچے کی سطر میں محمدؐ اس کے اوپر رسول اس کے اوپر اللہ اسی مہر سے آپ نے خطوں کو مزین کیا غالبًا خط بند کرنے کے بعد کوئی نم چیز مٹی وغیرہ جیسی رکھ کر مہر کردی جاتی تھی بغیر اس مہر کو توڑے اس خط کا پڑھنا ممکن نہ ہوتا ایسا اس لئے کیا جاتا تھا تاکہ مکتوب الیہ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مضمون خط سے واقف نہ ہو۔

چنانچہ ایک ہی دن میں آپ نے روم و فارس کے شہنشاہوں حبشہ و قبط کے بادشاہوں حارث بن ابی شعر غسانی بادشاہ شام اور ہوذۃ بن علی بادشاہ یمامہ کو خطوط لکھے۔

ان تمام خطوط کا مفہوم ایک تھا اگرچہ الفاظ مختلف رہے ہوں کیونکہ سبھی خطوط کا واحد مقصود توحید اور اسلام تھا اور لب لباب خداوند عالم کا یہ ارشاد: **یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لانشرک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ**

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۴، ص ۲۷۸، ۲۷۹، شرح شفا ملا علی قاری، ج ۱، ص ۶۴۱، طبقات کبری، ج ۱، سیرت حلبیہ ج ۳، ص ۲۷۲، سیرۃ زینی دحلان، ج ۳، ص ۵۷، کنز العمال، ج ۵، ص ۳۲۲ و ۳۲۳

فان تولوا فقولوا اشهدوا۔

نیز ان خطوط کے مفہوم میں اور آپ کی اس آواز کے مفہوم میں جو آپ نے اعلان رسالت کے دن بلند کی تھی قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا کوئی فرق نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ان خطوط میں نہ تو جنگ کا کوئی اشارہ پائیں گے نہ جزیہ کا کوئی ذکر، پیغمبر کا اصل مقصد اقوام وملل کے شعور کو بیدار کرنا اور حق اور حقیقت کی طرف انہیں متوجہ کرنا تھا تا کہ کسی کو کہنے سننے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

پیغمبر کی اس آواز کا مقصد تمام انسانوں کو ایک معبود حقیقی کی طرف مدعو کرنا تھا جس کی حقیقت ہر انسان کی فطرت میں رائج ہے یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں کے دل سالم اور شعور بیدار تھے انہوں نے فوراً لبیک کہی ۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے اس آواز کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ قیصر ہو یا نجاشی یامقوقس یا دوسرے بڑے بڑے اشخاص دو ایک کو چھوڑ کر سبھی نے یا تو اسلام قبول کیا یا جواب میں معذرت لکھ بھیجی۔ اپنی حکومت وسلطنت کی طمع میں وہ فیصلہ نہ کر سکے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

آپ پیغمبر کی اس آواز کو یاد کیجئے جو آپ نے مجمع قریش میں بلند کی تھی قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا اور کچھ دن گذرنے کے بعد پھر اسی آواز کو سنئے جس میں آپ نے شاہان دنیا کو خداوند تعالی کی طرف دعوت دی ہے تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم آپ دیکھیں گے کہ پہلی آواز مکہ کے پہاڑوں سے بلند ہوکر کانوں سے ٹکرائی تھی تو یہ دوسری آواز شاہان عرب وعجم کے محلوں سے ٹکرائی اور پہلی آواز نے مکہ میں ایک ہیجان اور روحانی انقلاب پیدا کردیا تھا۔ جس کے ساتھ ظاہری و مادی انقلاب بھی لپٹا ہوا تھااور ۷ھ کی آواز نے عرب وعجم کے زندہ شعور کو بیدار کیا۔ وہ فوراً ہی اس آواز کے آگے جھکنے پر مجبور ہوگئے۔ انہوں نے لبیک کہی اور دوسروں نے صلح کرلینا مناسب سمجھا عزت واحترام سے بھرے ہوئے خطوط جواب میں لکھے تحفہ تحائف بھیجے اور اپنی مجبوریاں ظاہر کیں۔

قیصر کے پاس جب خط پہونچا اور اس کے بھائی نے اس خط کو پھینک دینے کا مشورہ دیا تو قیصر نے کہا:

''کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ایسے شخص کا مکتوب پھینک دوں گا جس کے پاس ناموس اکبر آیا ہے''۔

ابوسفیان سے کہا تم محمد کو جیسا بتارہے ہو اگر واقعاً وہ ویسے ہی ہیں تو بے شک وہ نبی ہیں ان کا اقتدار قائم ہوکر رہے گا اور وہ ہماری زمین تک قابض ہوجائیں گے۔ روم کا بڑا پادری آنحضرت کا خط پڑھنے کے بعد کلیسا میں آیا لوگوں کا ہجوم تھا اس نے کہا: ''اے روم والو! ہمارے پاس احمد کا

نوشتہ آیا ہے وہ ہمیں خداوند عالم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم وحدہ لاشریک ہے اور احمد رسول خدا ہیں''۔

مقوقس نے آپ کا خط پڑھ کر کہا: ''میں نے اس نبی کے متعلق غور کیا میں نے دیکھا کہ وہ ایسے کام کا حکم نہیں دیتے جسے لوگ پسند کرتے ہیں اور ایسے کام سے روکتے نہیں جسے لوگ مرغوب سمجھتے ہیں میں نے انہیں نہ تو گمراہ جادوگر پایا اور نہ جھوٹا کاہن''۔

قیصر کی طرف سے عمان (شام کے ایک شہر) کے گورنر فروہ نے حضرت کو اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی جب شاہنشاہ روم کو اس کی خبر ملی تو اس نے گرفتار کرلیا اور اس سے توبہ کرائی فروہ نے توبہ کرنے سے انکار کیا شاہ روم نے اسے قتل کردیا۔

ہوذہ بن علی شاہ یمامہ نے لکھا: ''کتنی اچھی اور نفیس بات کی طرف آپ نے دعوت دی ہے''۔

جیفر اور عبد فرزان جلبندی بادشاہ عمان نے قبولیت اسلام کی خبر پیغمبر کو دی۔

منذر بن سادی شاہ بحرین نے بھی اسلام قبول کیا اور اس کا اسلام پسندیدہ ہوا۔

شاہان حمیر اور نجران کے پادریوں نے بھی اسلام قبول کیا شاہ ایران کے گورنر بحرین و یمن حضرت کے رئیس ایلہ اور یہود کے بادشاہوں میں سے بعض نے اسلام قبول کیا بعض نے جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی۔

نجاشی نے اپنے ایمان لانے کی خبر دی اسی طرح اور بھی بہتوں نے پیغمبر کی دعوت اسلام قبول کی اور حق کے سامنے اپنا سر جھکایا۔

کتنی اثر انگیز یہ صداتھی اور کتنا شیریں یہ کلام تھا اور کتنے پاکیزہ وہ خطوط تھے جن میں توحید کا کلمہ اور حق کی طرف دعوت دی گئی۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر کی توصیف میں فرماتے ہیں:

آپ نے نصیحت و خیرخواہی کی حد کردی سیدھے راستے پر گامزن رہے حکمت اور موعظہ حسنہ کی طرف دعوت دی۔

آپ کی طرف نیکوکاروں کے دل مڑ گئے۔ نگاہیں اٹھ گئیں۔ آپ کی وجہ سے کینے دفن ہوئے عداوتیں مٹ گئیں اور بھائیوں جیسی محبت پیدا ہوگئی۔